قائداعظم اوراُردو زبان وادب

عظیم اللہ جندران

Azeemullah Jindran

Ph.D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

ہارون راؤ

Haroon Rao

Ph. D Scholar, Department of Urdu,

Lahore Garrison University, Lahore.

Abstract:

Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah is our great national leader. Urdu is our national language. This relation between the national leader & national language is inseparable from each other. The story of the glory of Pakistan remains incomplete without the story of under language & literature. Urdu language & literature is deeply replete with the sacrifices rendered for sake of Pakistan. That is why the founder of Pastan Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah declared urdu the national language of Pakistan. The pages and volumes of urdu language & literature inclusive of its poems, tales, plays, novels---all iteare full of love and light for Pakistan. Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah strongly emphasized the role and status of urdu for the unity, consolidarity and survival of Pakistan. Language & Literature serve the role of identity and recognition of a nation. As Quaid-e-Azam is the glorious founder of Pakistan so Urdu Language & literature is the glorious language

for Pakistan for all times to come, In Sha Allah!

اردو محض ایک زبان ہی نہیں، برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی ایک تاریخ بھی ہے۔اس کی روح سراسر اسلامی ہے۔اس کے خدوخال، رنگ روپ اور حسن ورعنائی میں جہاں عرب کا بیکراں ادب جلوہ گر ہے، وہاں ایران کی دل نشین زبان فارسی کے ہمہ گیر اثرات بھی نمایاں ہیں۔ایران وعرب کے اسی خون نے اردو کو سرفرازی عطا کی ہے۔ان ہی اوصاف کی بناء پر اس زبان کی قدر ومنزلت ہمیشہ مسلم رہی ہے۔پھر، اس زبان کی اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں قرآن حکیم کی متعدد تفسیریں لکھی گئی ہیں اور نبی محترم ﷺ کی سیرت مبارک کی کئی جلدیں مرتب کی گئی ہیں۔احادیث نبوی ﷺ کے لاتعداد مجموعے اس زبان میں شائع ہو چکے ہیں۔

گویا، اردو اسلامی تعلیمات کا مخزن و مرکز بنی ہوئی ہے۔اردو کی اسی عظمت و رفعت اور افادیت کا نتیجہ تھا کہ جب برصغیر کے مسلم زعماء نے مسلم اکثریت کے لیے ایک الگ وطن بنانے کا منصوبہ بنایا تو جہاں اس کے لیے مسلسل جدوجہد کرتے رہے، وہاں انھوں نے اردو کی بقا و سالمیت، فروغ وارتقاء اور نشوونما کے لیے بھی سعی بلیغ کی۔

ہمارے محبوب رہنما قائداعظم محمد علی جناح بھی اسی جذبہ سے سرشار تھے۔اگر ہم تحریکِ آزادی کا اجمالی جائزہ لیں تو یہ حقیقت مترشح ہو جائے گی کہ وہ ''اردو'' کی بقاء اور سلامتی کے لیے ایک مردِ مجاہد کی طرح سرگرم عمل رہے۔تحریکِ پاکستان کی جدوجہد اور قربانیوں کا عظیم ذخیرہ بھی اردو زبان میں محفوظ ہے۔تحریکِ پاکستان کے عظیم ہیرو اور ان کے کارنامے اردو زبان کا اثاثہ ہیں۔بانی پاکستان کے خطبات اور مصور پاکستان کا نثری و منظوم کلام اردو زبان کی پہچان ہیں۔تحریک پاکستان کے ترانے اردو شعروادب کی اٹھان ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناح ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کی فکری، تہذیبی اور ثقافتی اساس سے بخوبی واقف تھے۔اردو زبان ہندوستان کے مسلمانوں کی تحریک پاکستان کے جذبہ سے سرشار تھی۔ نعت گو شعرا کرام نے تحریک پاکستان کے دوران تحریک آزادی کے ترانے اردو میں لکھے۔اردو زبان میں ہی تحریک آزادی کے جلسے جلوسوں کے خطابات اور نعرے درج تھے۔تحریک پاکستان کے تناظر میں اردو زبان کی تاریخ دائی تحریک کی جدوجہد میں پوری طرح نمایاں تھی۔اردو کا رشتہ کاٹنا قیام پاکستان کی تحریک کے ایک سنہرے باب کو بند کرنے کے مترادف ہے۔لہٰذا مستقبل میں اور دوررس بصیرت کی حامل عظیم شخصیت کی حیثیت سے آپ نے پاکستان کی بقاء، پاکستان کے ارتقا کے لیے اردو زبان کے فروغ کو لازمی قرار دیا۔قائداعظم کے ارشادات اردو زبان کی مسلمہ اہمیت کو اجاگر کر رہے ہیں۔آپ اردو زبان کو پاکستان کی یک جہتی، اتحاد اور قومی ورثہ کی امین زبان سمجھتے تھے۔اردو کے حوالے سے آپ کے پالیسی بیانات اور ارشادات اردو کو آئینی حیثیت مہیا فرماتے ہیں۔ جہاں تحریک پاکستان، تاریخ

پاکستان میں آپ کو بانی کا درجہ حاصل ہے وہاں بقائے اردو، دوام اردو، استحکام اردو، فروغِ اردو کی سنہری تاریخ افکارِ قائد سے روشن ہے! اس پر تحقیق اردو زبان اور استحکامِ پاکستان کے لیے اِن شاءاللہ مددگار ثابت ہوگی۔ ڈاکٹر محمودالرحمٰن (۵۶:۲۰۰۸) کے بقول:

> ’’اُردو زبان سے قائداعظم کو جو دلی لگاؤ تھا اسی کے تحت وہ اسے پاکستان میں زندہ و تابندہ رکھنا چاہتے تھے اور اسے قومی زبان کا مرتبہ عطا کرنا چاہتے تھے، چنانچہ ۲۴مارچ ۱۹۴۸ءکوڈھاکہ یونیورسٹی کانووکیشن کے موقع پر اُردو کی ہمہ گیر افادیت، قدرو قیمت اور سر بلندی پر انھوں نے یوں روشنی ڈالی تھی:
> ’’ملک کے مختلف صوبوں کے مابین رابطہ پیدا کرنے کے لیے ایک اور صرف ایک ہی زبان قرار پائے گی اور وہ اُردو ہے۔ اُردو زبان جس کی نشوونما میں برصغیر کے ہزار ہا ہزار افراد نے حصہ لیا ہے اور جو پاکستان کے وسیع و عریض خطوں کے علاوہ اور بھی تمام علاقوں میں سمجھی جاتی ہے اور جو دوسری علاقائی زبانوں سے کہیں بہتر طور پر اسلامی کلچر اور مسلمانوں کی روایات کی آئینہ دار ہے اور دوسرے اسلامی ممالک کی زبانوں سے قریب تر ہے نتیجتاً سرکاری زبان کہلائے گی۔‘‘(۱)

تاریخ برصغیر میں زبان کی حیثیت سے اُردو کی ابتدا، ترویج وفروغ، ترقی وعروج کی کہانی طویل ہے مگر یہاں پاکستان میں اُردو کو قومی زبان کی حیثیت سے فروغ دینے کے ضمن میں کچھ ضروری اشارے لازم آتے ہیں۔ اُردو مختلف زمانوں سے گزرتی ہوئی آخر میں مسلمانوں کی زبان کے طور پر پہچانی جانے لگی اور پورے برصغیر میں شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک بسنے والے مسلمان اپنے گھروں میں تو مقامی زبانیں بولتے تھے مگر اُردو کو مسلمانوں کی زبان عامہ کے طور پر اختیار کیے ہوئے تھے۔ بمطابق افتخار عارف (۲:۲۰۰۹):۱۹۳۶ء کے ایک خط میں علامہ اقبالؒ مولوی عبدالحق کو لکھتے ہیں:

> ’’اُردو کانفرنس کی تاریخوں تک میں سفر کے قابل ہوگیا تو ان شاء اللہ ضرور حاضر ہوں گا لیکن اگر حاضر نہ ہوسکا تو یقین جانیے اس اہم معاملے میں کلیتاً آپ کے ساتھ ہوں، لسانی عصبیت میری دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔‘‘

اکتوبر ۱۹۳۷ء میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کی زیرِصدارت الٰہ آباد میں منعقد ہونے والے آل

انڈیا مسلم لیگ کے پچیسویں سالانہ اجلاس میں پاس ہونے والی قرارداد میں کہا گیا:

"As the Urdu Language was originally an Indian language and was the result of interaction of HIndu and Muslim Culture, and it was spoken by a greater part of the people of this country, it was best suited to develop a united nationality and the attempt to replace it by Hindi might upset the structural basis of Urdu, otherwise known as Hindustani, and adversely affect the growth of comradeship between the HIndu and Muslim sections (of the people), the All-India Muslim League calls upon all the Urdu Speaking people of India to make every possible endeavor to safeguard the interest of their language, in every field of activity with which the Central and the Provincial Governments were, concerned, and wherever the Urdu language is the language of the area, its unhampered use and development should be upheld, and where it is not the predominant language, adequate arrangements should be made for teaching it as an optional subject, and in all Government Officers, Courts, Legislatures, Railway and Postal Departments, provision should be made for its use.

Efforts should also be made to make Urdu the Univesal language."

''اردو زبان جیسا کہ اصلتاً ایک ہندوستانی زبان تھی اور ہندو مسلم کلچر کے تال میل سے، اس نے جنم لیا تھا اور اس کے باشندوں کی ایک بڑی تعداد اسے بولتی تھی اور ایک متحدہ قومیت کے فروغ کے لیے یہ انتہائی موزوں اور مناسب تھی۔ اس کی جگہ ہندی لانے کی کوشش، اُردو (جسے ہندوستانی بھی کہتے ہیں)، کی تشکیلی بنیاد کو تلپٹ کر سکتی ہے۔ یہ ہندو مسلم رفاقت اور دوستی کو معکوس انداز میں متاثر کر سکتی ہے، لہذا مسلم لیگ مطالبہ کرتی ہے کہ ہندوستان کے تمام اردو بولنے والے لوگ، زندگی کے ہر شعبے میں اپنی زبان کی حفاظت اور ترقی کے لیے بھر پور کوشش کریں جن سے مرکزی او رصوبائی حکومتوں کا واسطہ ہے اور جہاں جہاں بھی اردو زبان، اس علاقے کی زبان ہے وہاں اس کا آزادانہ استعمال اور فروغ برقرار رکھا جائے اور جہاں یہ ایک غالب زبان یا اکثریت کی زبان نہیں ہے وہاں ایسے موزوں و مناسب انتظامات کیے جائیں کہ ایک اختیاری مضمون کی حیثیت سے اس کی تدریس ہو سکے۔

تمام سرکاری دفاتر، عدالتوں، قانون ساز اسمبلیوں، ریلوے اور ڈاک کے محکموں میں اس کے استعمال کی گنجائش فراہم کی جائے۔

اُردو کو ہندوستان کی ہمہ گیر زبان بنانے کی جدو جہد کی جانی چاہیے۔''(۲)

موصوف مدیر بیان کرتے ہیں: قائداعظم نے سب سے پہلے ۱۹۱۳ء میں حکومت برطانیہ کے رائل کمیشن کے سوال کے جواب میں فرمایا:

''اُردو ایک ایسی زبان ہے جسے آپ ہندوستان کے گوشے گوشے میں بول سکتے اور سمجھا سکتے ہیں۔''

۱۹۳۸ء میں کلکتہ کے اجلاس میں قائداعظم نے کہا:

''کانگرس نے وزارت کی مسند پر جلوہ افروز ہوتے ہی ہندی کو لازمی مضمون قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اردو کو مٹانے کا یہ پہلا مرحلہ ہے۔''

۱۹۴۱ء میں آپ نے فرمایا:

''اُردو ہماری قومی زبان ہے۔ہمیں اس کو ہر قسم کے نقصان سے محفوظ، آلودگیوں سے پاک اور مخالفوں کے جارحانہ اور معاندانہ عزائم سے بچائے رکھنے کے لیے اپنی پوری زندگی، توانائی اور زور لگا دینا چاہیے۔''

۱۹۴۲ء میں فرمایا:

''اُردو آئندہ پاکستان کی قومی زبان بننے والی ہے۔''

ستمبر ۱۹۴۴ء میں مہاتما گاندھی کو خط لکھتے ہوئے فرمایا:

''ہم دس کروڑ ایک قوم ہیں۔ ہماری تہذیب وتمدن، زبان وادب، آرٹ اورفن تعمیر سب مختلف ہیں۔''

اپریل ۱۹۴۶ء کے دہلی اجلاس میں فرماتے ہیں:

''میں اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کی سرکاری زبان اُردو ہوگی۔''

اور پھر ۱۹۴۸ء میں ڈھاکہ میں ان کا ارشاد ہوتا ہے:

''میں واضح الفاظ میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی سرکاری زبان اُردو اور صرف اُردو ہوگی۔ جو شخص آپ کو اس سلسلے میں غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش کرے، وہ پاکستان کا پکا دشمن ہے۔ایک مشترک قومی زبان کے بغیر کوئی قوم نہ تو پوری طرح متحد رہ سکتی ہے اور نہ کوئی کام کرسکتی ہے۔''(۳)

قائداعظم محمد علی جناحؒ کے ۲۱ مارچ اور ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء ڈھاکہ کے بیانات کو سیاق وسباق سے ہٹا کر پیش کیا جاتا ہے اور انھیں متنازع بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔سقوطِ مشرقی پاکستان کے اسباب وعلل تلاش کرتے وقت بعض حلقے اس کو ڈھاکہ کے لسانی ہنگاموں سے جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ اس پورے عرصے میں قائد نے کسی پاکستانی زبان کا انکار نہیں کیا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انگریزی زبان پر دسترس رکھنے کے باوجود اردو کو قومی زبان بنانے کے مؤقف کے تسلسل کی روایت کو قائم رکھا۔اُردو زبان اسلامی ثقافت، اسلامی اقدار کی امین ہے اس بابت کنیز فاطمہ(۲۰۱۷:۱۴۱) بیان کرتی ہیں:

''قیام پاکستان میں اُردو زبان کا کردار ایک علیحدہ موضوع کی وسعت اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہاں ہم قائداعظم محمد علی جناحؒ کی اردو زبان سے قلبی اور سیاسی وابستگی کا تذکرہ کرنے پر

اکتفا کرتے ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناحؒ کو اردو زبان سے لگاؤ اس لیے تھا کہ وہ اسے ہندستان بھر میں اسلامی تہذیب، اسلامی ثقافت اور اسلامی اقدار کی امین زبان قرار دیتے تھے۔ اس خیال کو مزید تقویت اس وقت ملتی ہے جب ۱۸۶۸ء میں ہندوؤں نے منظّم سازش کے تحت اردو اور اس کے فارسی رسم الخط کو ختم کر کے بھاشا اور دیوناگری رسم الخط رائج کرنا چاہا اس کے نتیجے میں سر سید احمد خان جیسا ہندو و مسلم اتحاد کا داعی بھی ہندووانہ تعصب سے آگاہ ہو کر اردو زبان کے دفاع کے لیے کمر بستہ ہو جاتا ہے اور اپنی کاوشوں سے اس سازش کو ناکام بناتا ہے۔ ہندوؤں نے ابتدا سے ہی مسلم دشمنی کی بنا پر اردو زبان پر حملے کیے لیکن ہر بار مسلمانوں کے شدید ردِ عمل کی بنا پر اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

قائدِ اعظم نے اس حقیقت کو خوب پہچانا اور اپنے چودہ نکات کی شق نمبر ۱۲ میں بجا طور پر تحریر کیا۔ ''دستورِ اساس میں ایسے تحفظات رکھے جائیں جن کی رو سے اسلامی کلچر، اسلامی تہذیب و تمدن کی حفاظت و ترقی اور مسلمانوں کی تعلیم و زبان، رسم الخط اور مذہبی پرسنل لاء اور اسلامی اداروں کی ترقی و حمایت کے لیے حکومت اور حکومت کے دوسرے اداروں سے گرانٹ میں مناسب حصہ حاصل کیا جائے۔''

یہ امر قابلِ غور ہے کہ قائدِ اعظم نے جب بھی اُردو زبان کے بارے میں اظہارِ خیال کیا ہے اسے تہذیب و تمدن اور اسلامی اقدار و روایات کے ساتھ مربوط کر کے پیش کیا ہے۔ اس ضمن میں یہ اقتباس ملاحظہ ہو: ''ہم ایک قوم ہیں اور ہماری ثقافت و تہذیب ہماری اپنی ہے۔ ہماری اپنی زبان ہے، ہمارا اپنا ادب ہے، ہمارا اپنا فن ہے اور ہم اپنے فنِ تعمیر پر ناز کرتے ہیں۔''

کنیز فاطمہ (۲۰۱۷ء۔۱۴۲):

''قائدِ محترم کی یہ سوچ ہی ہندوازم کی نمائندہ اور مسلم آزار بندے ماترم ترانے کی ہندی زبان کے مقابلے میں اُردو زبان کو مسلمانوں کی اقدار و روایات کی امین زبان بنانے کا باعث بنتی ہے۔ جب ۱۹۳۷ء میں کانگریس نے مختلف صوبوں میں حکومتیں بنا لیں تو اس

زمانہ میں گاندھی جی نے یہ بیان دیا: ''اردو مسلمانوں کی مذہبی زبان ہے، قرآنی حروف میں لکھی جاتی ہے، مسلمان بادشاہوں نے اسے اپنے زمانۂ حکومت میں بنایا اور پھیلایا ہے۔ اس صورت حال میں قائداعظم نے اُردو زبان کو اگر مسلم تہذیب و ثقافت کی علم بردار زبان قرار دیا تو بروقت اور برمحل فیصلہ کیا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں دولسانی کش مکش جو اُردو ہندی قضیئے کی صورت میں جاری رہی، تقسیم بنگال سے بھی پہلے یہ حقیقت فاش ہو چکی تھی کہ ہندو صرف اس لیے اُردو کشی چاہتے ہیں کہ اسے مسلم تہذیب کی نمائندہ زبان سمجھتے ہیں اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ ہندو مسلم دو الگ قومیں ہیں لیکن ان کے مابین سیاسی مفاہمت چوں کہ ہندو علم داری اور ہندو راج کے لیے ضروری تھی اس لیے وہ جغرافیائی بنیاد پر متحد ہندوستان کی آزادی میں مسلمانوں کو شامل کر کے اپنے تعصب کی بھینٹ چڑھانا چاہتے تھے۔ جب کہ ہمارے قائد نے واضح کر دیا: ''ہماری مذہبی فلسفہ، ہماری معاشرتی تقریبات اور رسمیں اور ہمارے تخلیقی اظہار کی راہیں مختلف ہیں...... ہماری تہذیب الگ اور ممتاز ہے۔''

یہی وہ تفاوت ہے جو دوقومی نظریہ کا باعث بنا اور اس میں لسانی اساس کا نمایاں حصہ ہے۔ تشکیل پاکستان میں دو بنیادی عوامل کرفرما رہے ہیں جن میں ایک مذہب اور دوسرے زبان یعنی اُردو جو اسلامی تہذیب وتمدن کی امین ہے۔ اُردو زبان کو پاکستان کی قومی و سرکاری زبان قرار دینے کا فیصلہ دو اہم بنیادوں پر استوار ہے۔ سب سے پہلے بنیاد جو درحقیقت نظریہ پاکستان کی بھی بنیاد بنتی ہے وہ اُردو زبان میں مسلمانوں کی تہذیب وثقافت اور فکری وعلمی احیاء ہے جس کی بنا پر ہندوؤں نے اس زبان کو ناپید کرنے کی بھرپور سازش کی لیکن مسلم زعما کی ردِعمل کی تحریکات اور کاوشوں نے انہیں ایسا کرنے سے باز رکھا۔'' (۴)

قائداعظمؒ کے ارشادات پاکستان کے نظام تعلیم کے لیے جامع رہنمائی مہیا کرتے ہیں۔ اس ضمن میں مہ سعید اختر (۲۰۱۶: ۱۶۔۲۱) کا تجزیاتی جائزہ پیش خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

''قائداعظم نے نصاب تعلیم کے حوالہ سے قرآن وسنت کو رہنما بنایا ہے۔''

''ہمارا مقصد پانچ لفظوں میں ادا ہوسکتا ہے، ہم مسلمان ایک قوم کے فرد ہیں یعنی ہمارے نصاب تعلیم میں اسلامی اصول اور روایات شامل ہونی چاہیں۔''

''مقاصد تعلیم کا تعین کرتے ہوئے قائد محترم نے فرمایا: ایسے نوجوان پیدا کیے جائیں، جو جذبہ اسلامی سے سرشار ہوں اور مسلمان کہلانے میں فخر محسوس کریں۔''

''اقدار کا سرچشمہ رب تعالیٰ جل جلالہٗ کی ذات ہے ان کے نزدیک دنیا میں اقدار سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ اگر آپ نے ان پر پوری طرح عمل کیا تو آپ اللہ کے حضور جب پیش ہوں گے تو آپ کہہ سکتے ہیں، جو فرائض آپ پر عائد تھے، آپ نے ان کو ایمانداری، دیانت داری اور وفاداری کے ساتھ ادا کیا ہے۔''

''ذریعہ تدریس کو تدریسی نظام میں خاص مقام حاصل ہے۔ قائد محترم کے نزدیک پاکستان میں ذریعہ تدریس اُردو زبان ہونی چاہیے، وہ سمجھتے تھے اس سے پورے ملک میں نہ صرف اتحاد ہوگا بل کہ یہ پاکستان کے علاقوں کی قدرتی زبان ہے، لہذا تعلیم وتعلم میں آسانی رہے گی۔ تعلیم ہر امیر غریب اور دیہاتی وشہری حاصل کر سکے گا۔ اردو زبان کی اہمیت بارے کہا کہ: اگر پاکستان کے مختلف حصوں کو باہم متحد ہو کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوا ہے تو اس کی سرکاری زبان ایک ہوسکتی ہے، اور میری ذاتی رائے میں ''اردو'' اور صرف ''اردو'' ہے۔ محولا بالا یہ بات عیاں ہے کہ قائد محترم کے نزدیک علم کا سرچشمہ قرآن وسنت ہے۔ جب کہ نصاب اور ذریعہ تدریس کے لیے صرف ''اُردو'' زبان موثر ہے''۔

یہاں اس حقیقت کو بتلانا ضروری ہے کہ قائداعظم ایک سیاست دان تھے نہ کہ ماہرِ تعلیم۔ یاد رہے کہ ایک مدبر سیاست دان ماہرِ تعلیم بھی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی مدبرانہ سیاست کے ذریعے اچھا نظام تعلیم متعین کیا۔

قائداعظمؒ کو پوری زندگی کے لیے رہنما مانتے ہیں اور اسلام کے اصولوں اور قواعد کو ساری

زندگی جاری و ساری رکھنے کے حق میں ہیں۔ آپ اردو زبان و ادب کے حوالے سے ایسے ادب کے خواہاں ہیں جس کی بنیاد قرآن وسنت پر ہو۔ اس ضمن میں مہر سعید اختر (۲۰۱۶:۱۶) بیان کرتے ہیں:

> ''۱۷/ اپریل ۱۹۴۶ء کو قائد اعظم کی زیر نگرانی ایک حلف نامہ تیار کیا گیا جس کے تمہیدی الفاظ مندرجہ ذیل ہیں: ''**قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للّٰلہ رب العالمین**'' ترجمہ: کہہ دو میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العزت کے لیے ہے۔'' اور اسی حلف نامہ میں دوسری جگہ ہے:
> ''**ربنا افرغ علینا صبرو ثبت اقدامنا و انصرنا علی القوم الکافرین**'' ترجمہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں صبرو استقامت دے، ہمیں ثابت قدم رکھ اور قوم کفار پر ہمیں فتح و نصرت عطا فرما۔''

بانی پاکستان آگے چل کر فرماتے ہیں: وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہوئے تمام جسد واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر قرآنِ مجید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جوں جوں ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہو جائے گا۔ ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب، ایک امت۔''

ڈاکٹر محمود الرحمٰن (۲۰۰۸:۵۴، ۵۵) مسلم لیگ کے نویں اجلاس میں جو قائد اعظم کے زیر صدارت لکھنو میں دسمبر ۱۹۱۶ء میں منعقد ہوا، اس میں جہاں مسلمانوں کی آزادی ان کی فلاح و بہبود اور تعلیم و ترقی کے متعلق قرار دادیں پاس ہوئیں وہاں اردو زبان کو ملکی زبان تسلیم کرانے کے لیے حسب ذیل تجویز بھی منظور کی گئی:

> ''بعض عناصر اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوستان میں ملکی زبان ہونے کی صورت میں اردو کو جو مقام حاصل ہے وہ اب نہ رہے مسلم لیگ اس کاروائی کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے اور ان تمام لوگوں سے جو ہندوستان قومیت کے فروغ و استحکام میں دلچسپی رکھتے ہیں پر زور سفارش کرتی ہے کہ وہ اردو کی حمایت کریں اس لیے کہ تنہا یہ زبان سارے ملک کی مشترکہ زبان بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔'' (۷)

اردو کے اسی اہم مرکز لکھنؤ میں جب اکیس سال بعد ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کے پچیسواں

سالانہ اجلاس قائداعظم کی صدارت میں منعقد ہوا تو اس میں بھی اردو کی حمایت میں ایک قرارداد منظور ہوئی تھی اس میں کہا گیا تھا:

> ''آل انڈیا مسلم لیگ ہندوستان کے اردو داں حضرات سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنی زبان کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوشش سرانجام دیں اور جن علاقوں میں یہ مروج نہیں ہے وہاں اس کی اشاعت کے لیے موثر اقدامات کیے جائیں اور حکومت کے تمام دفاتر، عدلیہ، مقننہ، ریلوے اور محکمۂ ڈاک میں اس کے استعمال کی صورتیں پیدا کی جائیں۔''(۸)

قائداعظم اس حقیقت سے بخوبی واقف تھے کہ ہندو قوم نہیں چاہتی کہ مسلمانوں کو علیحدہ طور پر آزادی حاصل ہو اور ایک نئی مملکت کے حق دار بنیں بل کہ ان کی زبان اردو کی بھی وہ شدید دشمن تھی اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے منصوبے بنایا کرتی۔ اہلِ ہنود جانتے تھے کہ اردو مسلمانوں کی تہذیب، ثقافت اور مذہب ونظریے کی ترجمان ہے۔ اس زبان کی ہلاکت وبربادی گویا مسلمانوں کے تمام عناصر کی ہلاکت وبربادی ہے۔ قائداعظم ہندوؤں کے ایسے تمام داؤ پیچ سے واقف تھے اور اس کا توڑ سوچ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ اردو کی مخالفت میں جب ہندوؤں نے بندے ماترم کو قانون ساز اسمبلی میں رائج کرنا چاہا تو قائداعظم نے کلکتہ میں منعقدہ لیگ کے خصوصی اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا:

> ''وہ ہندی کو لازمی زبان قرار دینے کی سکیم بنا رہے ہیں اور یہ بات یقیناً کسی نہ کسی طرح اردو کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کرے گی۔ سب سے زیادہ خرابی کی بات یہ ہے کہ ہندی زبان جو سنسکرت ادب و نظریہ اور فلسفہ پر مشتمل ہے مسلمان بچوں اور طالب علموں پر لازماً مسلط کی جائے گی۔''(۹)

بندے ماترم کو رواج دینے کی سکیم کارگر ثابت نہ ہو سکی اس لیے کہ قائداعظم اردو کی حفاظت کے لیے ایک جاں باز سپاہی کی طرح سینہ سپر ہو گئے۔ اب تک قائداعظم انگریزی زبان کے ذریعے اردو کی حمایت میں آواز بلند کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اردو میں تحریر وتقریر کی صلاحیت نہ تھی۔ لیکن وہ ایک عظیم رہنما تھے اور جانتے تھے کہ عوام کی زبان اردو ہے۔ چنانچہ ان کے قلب وذہن تک پہنچنے کے لیے اردو سیکھنے اور اس میں تقریر کرنے کی صلاحیت پیدا کی۔ ان کی اس کامیابی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مسلم لیگ کے ۲۶ ویں سالانہ اجلاس میں جو دسمبر ۱۹۳۸ء میں پٹنہ میں منعقد ہوا انہوں نے اپنی انگریزی تقریر کے فوراً بعد اردو میں رواں اور پراثر تقریر کی۔ واضح رہے کہ ان کی یہ تقریر فی البدیہہ تھی۔

پٹنہ کے مذکورہ اجلاس میں جب چند نوجوانوں نے بہار کے بزرگ شاعر حضرت شفق عماد پوری گیاوی کا ترانہ ''مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ'' کورس کی صورت میں پیش کیا تو قائداعظم نے اسے بے حد پسند کیا۔اسی طرح ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور کے تاریخی اجلاس میں قائداعظم کی ہدایت پر ہی قرار داد پاکستان کا فی البدیہہ اردو ترجمہ مولانا ظفر علی خان نے کیا تھا اور اسی اجلاس میں میاں بشیر احمد کی مشہور نظم ''ملت کا پاسباں ہے محمد علی جناح'' انور غازی آبادی نے ترنم سے پیش کیا تو قائداعظم بے حد محظوظ ہوئے اور تو اور جب تک نواب بہادر یار جنگ زندہ رہے تو قائداعظم مسلم لیگ کے ہر سالانہ اجلاس کے اختتام پر ان سے تقریر کرنے کی فرمائش کرتے اور نواب صاحب نہایت فصیح و بلیغ اردو میں پر اثر تقریر کرتے کہ قائداعظم بھی جھوم اٹھتے۔اس بابت رئیس احمد (۱۹۴۸) بیان کرتے ہیں:

قیام پاکستان کے بعد لسانی و علاقائی تعصّبات کا خاتمہ ایک اہم فریضہ تھا جسے قائداعظم نے پورا کیا اور اپنی مختلف تقاریر میں اس بارے میں وضاحت فرمائی۔کوئٹہ میں شہری سپاسنامہ کے جواب میں آپ نے فرمایا:

> ''اب تو ہم سب پاکستانی ہیں، ہم نہ بلوچی ہیں نہ پٹھان ہیں نہ سندھی ہیں نہ بنگالی، نہ پنجابی۔ ہمارے احساسات اور طرز عمل بھی پاکستانیوں جیسے ہونے چاہئیں اور ہمیں چاہیے کہ بجائے کسی اور نام کے صرف پاکستانی کہلائے جانے پر فخر محسوس کریں۔''

انہی دووجوہ کی روشنی میں قائداعظم نے اپنی دور اندیشی اور مدبرانہ سوچ کے تحت واضح الفاظ میں اردو زبان کی قومی حیثیت کا باقاعدہ اعلان کر دیا اور اس سلسلے میں پیدا شدہ خدشات دور کر دیے، انہوں نے فرمایا:

> ''میں آپ کو صاف طور پر بتا دوں کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہوگی اور صرف اردو۔ جو کوئی آپ کو غلط راستہ پر ڈالے، وہ پاکستان کا دشمن ہے ایک مشترکہ قومی زبان کے بغیر کوئی قوم باہم متحد نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی کام کر سکتی ہے۔''

اردو کو قومی اور سرکاری زبان قرار دینے کا فیصلہ ہماری ملی اور قومی امنگوں کا ترجمان فیصلہ ہے۔اس فیصلے کے عملی اظہار کو مہمیز کرنے کی ضرورت ہے۔اسے اپنی سرکاری زبان قرار دے کر اس میں ہر شعبۂ زندگی سے متعلق علم و دانش اور سائنسی و تکنیکی علوم و فنون کی ترویج و ترقی اس زبان کو صحیح معنوں میں اس کا قومی مقام دلانے کی جانب سنجیدہ کوشش ہو سکتی ہے لیکن اپنے قومی اداروں اور رویوں کو نظرانداز کر دینے کا رجحان ہمارا قومی المیہ ہے اور ہم اس زبان کو بھی اس رویے کی وجہ سے اس کے جائز حق سے محروم کر رہے ہیں اور یوں ایک اہم فکری اور اعلیٰ اثاثے کو تباہ کر رہے ہیں جو من حیث القوم ایک بہت بڑا

نقصان ہے۔جس کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔

اردو ایک پاکیزہ اور لطیف زبان ہے جس کی چاشنی میں ماں دھرتی کی تاثیر ہے۔جس کے بطن میں ہماری تہذیبی عظمت کا راز پل رہا ہے اور جس کی گود میں ہمارے مستقبل کا سنہرا خواب پرورش پا رہا ہے۔ یہ قائدِ اعظم کی روشن آنکھوں کا سنہرا خواب ہے جو اپنی تعبیر چاہتا ہے اور اس کی تعبیر ہی تعبیر پاکستان ہے۔(۱۰)

قائداعظم محمد علی جناح کی زیرِ صدارت اردو کی اہمیت تسلیم کرانے، اسے ملکی زبان کا مرتبہ دینے اور اسے ملک کی ترقی و کامرانی کا ضامن ٹھہرانے کے لیے جو قرارداد دسمبر ۱۹۱۶ء میں (یعنی آج سے ٹھیک ۸۵ سال قبل) منظور ہوئی تھی وہ بخوبی یہ واضح کرتی ہے کہ ہمارے ہر دل عزیز قائداعظم اسے پورے برصغیر کی مشترکہ زبان بنانے کے ہم خیال تھے۔

اس واقعہ کے ٹھیک اکیس سال بعد جب آل انڈیا مسلم لیگ کا پچیسواں سالانہ اجلاس قائد اعظم محمد علی جناح کی صدارت میں منعقد ہوا تو اردو کی حمایت میں مندرجہ ذیل قرارداد جناب صدر کی اجازت سے منظور کی گئی تھی:

> ''آل انڈیا مسلم لیگ ہندوستان کے اردو داں حضرات سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اپنی زبان کے تحفظ کے لیے ہر ممکن کوشش سرانجام دیں اور جن علاقوں میں یہ مروج نہیں ہے وہاں اس کی اشاعت کے لیے موثر انتظامات کیے جائیں، نیز حکومت کے تمام دفاتر، عدلیہ، مقنّنہ اور محکمہ ڈاک میں اس کے استعمال کی صورتیں پیدا کی جائیں۔''

اردو زبان کو فروغ دینے اور پاکستان کی سرکاری زبان قرار دے کر اسے تمام دفاتر، عدلیہ، مقنّنہ اور محکمہ ڈاک میں استعمال کرنے کی خاطر ہی بانی پاکستان نے ۱۹۴۸ء کے اوائل میں بہ بانگ دہل یہ اعلان کیا تھا:

> ''ملک کے مختلف صوبوں کے مابین رابطہ پیدا کرنے کے لیے ایک اور صرف ایک ہی زبان قومی زبان قرار پائے گی اور وہ اردو ہے۔''

> اپنے مذکورہ اعلان کی توضیح کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے یہ کہا تھا:

> ''اردو زبان کی نشو ونما میں برصغیر کے ہزار ہا ہزار افراد نے حصہ لیا ہے اور جو پاکستان کے وسیع و عریض خطوں کے علاوہ اور بھی تمام علاقوں میں سمجھی جاتی ہے۔ جو اسلامی کلچر اور مسلمانوں کی روایت کی

آئینہ دار ہے اور دوسرے اسلامی ممالک کی زبانوں سے قریب تر
ہے۔لہذا سرکاری زبان کہلائے گی۔‘‘

انگریزی زبان میں ید طولیٰ رکھنے اور ہزاروں ہزار افراد سے کہیں بہتر یہ زبان بولنے اور لکھنے کی صلاحیت سے بہرہ ور...... حضرت قائد اعظم اردو زبان سے اسی والہانہ طور پر محبت کرتے تھے، جس والہانہ انداز میں وہ پاکستان اور اس کے جملہ عوام سے محبت کرتے تھے۔
نادیہ شفیع (۹۲:۱۹۹۲)

صوفیائے کرام نے تصوف کے موضوع پر لاتعداد مرتبہ اظہار خیال کے لیے زبان کا انتخاب کیا۔اس لیے اردو میں اسلامی فکر ونظر اور تہذیب وثقافت کی جو جھلک ملتی ہے وہ بجا ہے اور اردو زبان کے اس تہذیبی اور ثقافتی پس منظر کو قائد اعظم نے اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا: ’’اردو زبان وہ ہے جسے کروڑوں مسلمانوں نے پرورش کیا ہے۔اسے پاکستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ زبان ہے جو دوسری صوبائی زبانوں سے کہیں زیادہ اسلامی ثقافت اور اسلامی روایات کے بہترین سرمائے پر مشتمل ہے اور دوسرے اسلامی ملکوں کی زبان سے قریب ترین ہے۔۱۸۶۷ء میں اٹھنے والے لسانی طوفان نے جہاں ایک زبان کو دولخت کیا، وہیں ہندوؤں کے لیے ہندو قومیت کی علامت ہندی اور مسلمانوں کے لیے اردو مسلم تشخص کی ضامن ٹھہری۔اردو ہندی تنازعے کا آغاز ہی در حقیقت مسلمانوں کے لیے علیحدہ سیاسی فکر وعمل کی بنیاد بنا۔

تحریک پاکستان کی نشر واشاعت میں بھی اردو کا مقام واضح تھا اور آل انڈیا مسلم لیگ نے حصول آزادی سے قبل اردو کو پاکستان کی قومی زبان کے طور پر ذہنی طور پر قبول کر لیا تھا اور مسلمانان ہند اس بات پر متفق تھے۔ دوقومی نظریے کو اپناتے ہوئے ہم نے پاکستان کے لیے زبان کے مسئلے کو ایک جداگانہ زاویہ سے دیکھا۔ ہمارے لیے اردو زبان ہمارے ملی افکار کی ترویج کا ایک ذریعہ ہے اور پاک وہند کے لیے مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات کی ترقی کا ایک بڑا وسیلہ ہے۔قائد اعظم نے اردو کی قومی حیثیت کا فیصلہ ان دوٹوک الفاظ میں کیا:

’’میں آپ کو صاف صاف بتادوں کہ جہاں تک آپ کی بنگالی زبان کا تعلق ہے۔اس افواہ میں کوئی صداقت نہیں کہ آپ کی زندگی میں کوئی غلط پریشان کن اثر پڑنے والا ہے بالآخر اس صوبے کے لوگوں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ اس صوبے کی زبان کیا ہو گی۔لیکن یہ میں آپ کو واضح طور پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی سرکاری زبان اردو ہوگی اور صرف اردو۔اردو کے سوائے کوئی اور زبان نہیں جو کوئی آپ کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ پاکستان

کو دشمن ہے۔ایک مشترکہ سرکاری زبان کے بغیر کوئی قوم متحد نہیں ہوسکتی اور نہ ہی کوئی کام کرسکتی ہے۔دوسری ملکوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے پس جہاں تک پاکستان کی سرکاری زبان کا تعلق ہے وہ اردو ہی ہوگی۔"

قائداعظم کے ان فیصلہ کن الفاظ کی روشنی میں اردو کو پاکستان کی قومی زبان کا درجہ حاصل ہو گیا۔اس لیے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ پاکستان کا سارا کاروبارِ زندگی اسی زبان کے ذریعہ انجام پاتا لیکن صورتحال اس کے برعکس ثابت ہوئی اور قائداعظم کے انتقال کے فوراً بعد اردو کی حالت اپنی ہی سرزمین پر یتیموں جیسی ہوگئی اور ایک غیر ملکی زبان کو قومی زبان پر مسلط کر دیا گیا۔اور یوں قومی زبان پس پردہ چلی گئی۔مصنفہ مدیر بیان کرتی ہیں:

"قومی نقطہ نظر سے اردو زبان کی اس افادیت کا ذکر کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا: اگر پاکستان کے مختلف حصوں کو باہم متحد ہو کر ترقی کی شاہرہ پر گامزن ہونا چاہیے تو اس کی سرکاری زبان ایک ہی ہوسکتی ہے اور وہ میری ذاتی رائے میں اردو اور صرف اردو ہے۔ درس و تدریس کے سلسلے میں زبان ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔تعلیمی عمل کو موثر اور غیر موثر بنانے کے لیے زبان اہم کردار ادا کرتی ہے یہ زبان ہی ہے جو استاد اور شاگرد کے درمیان رابطے اور وسیلے کا کام دیتی ہے۔تدریس اس وقت ہی موثر ہوسکتی ہے جب استاد اور شاگرد کے درمیان رابطہ میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہ ہو اور وہ دونوں اپنا مافی الضمیر مناسب الفاظ میں ادا کرسکیں۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں استاد اور شاگرد میں خیالات کی موثر تحصیل زبان کی مرہون منت ہے اور تعلیمی عمل کے موثر ہونے کا راز ایسے ذریعہ تعلیم میں ہے، جس پر استاد اور طالب علم دونوں کو عبور حاصل ہو۔ پاکستان میں اردو زبان ملک کے طول عرض میں بولی اور سمجھی جاتی ہے اور زبان کو ذریعہ تعلیم بنانے اور رائج کرنے کا سوال آج کل بڑی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔اردو کے ضمن میں یہ بات سوچنا ہے کہ اسے قومی زبان سمجھ کر بحیثیت ذریعہ تعلیم نافذ کیا جائے۔

آج اسی زبان سے متعلق یہ رائے ہموار کرنا کہ اس زبان میں قومی یا تدریسی زبان بننے کی تمام خوبیاں موجود ہیں۔واقعتاً انتہائی شرم ناک ہے اور یہی وہ المیہ ہے جس کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر

محمد عبداللہ فرماتے ہیں:

''تمام دنیا میں قومی اپنی زبان سے پہچانی جاتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ اپنی زبان کے لیے کسی قوم کو اپنی ہی قوم سے لڑائی لڑنی پڑی ہو۔ بد قسمتی سے پاکستان میں یہ صورتحال درپیش ہے کہ قومی زبان کو اپنا حق منوانے کے لیے اپنی ہی قوم سے لڑنا پڑ رہا ہے خود اپنے ہی لوگ اردو کو تعلیم کی زبان نہیں بننے دیتے۔''

قومی زبان کا نفاذ اور محققین کی ذمہ داریاں

اللہ کے نام سے جس نے قرآن حکیم لسان ''مبین (قومی زبان) میں نازل فرمایا۔

رب ذوالجلال کا بے پایاں کرم ہے کہ پاکستانی قوم کو ۸۔ستمبر ۲۰۱۵ء عین عالمی یومِ خواندگی کے موقع پر نفاذ قومی زبان کی تاریخی خوش خبری چیف جسٹس پاکستان جناب جسٹس جواد ایس خواجہ کی سربراہی میں قائم بنچ کے عدالتی فیصلے کے ذریعے ملی۔ یہ فیصلہ بالآخر اس قوم کو کرنا ہی تھا۔ قدرت حکومت وقت پر اس قدر مہربان ہوئی کہ اس کے دور میں یہ فیصلہ ہوا اور نیک نامی اس کے حصے میں آئی۔ ایں سعادت بزور بازو نیست۔

اس تاریخی فیصلے سے پوری قوم نفاذ قومی زبان کی نہ صرف اڑسٹھ سالہ بلکہ ۱۸۳۵ء کے بعد ایک سواسی سالہ جدو جہد سے بھی بخیر و عافیت ہم کنار ہوئی۔ پاکستانی قوم اب کاروبار مملکت حکماً قومی زبان میں چلانے کے مرحلے میں داخل ہوگئی ہے۔ عدالت نے پاکستان کے ہر شہری کو حق دے دیا ہے کہ اس فیصلے کے اجراء کے بعد، اگر کوئی سرکاری ادارہ یا اہل کار آرٹیکل ۲۵۱ کے احکامات کی خلاف ورزی جاری رکھے گا تو جس شہری کو بھی اس خلاف ورزی کے نتیجے میں نقصان یا ضرر پہنچے گا، اسے قانونی چارہ جوئی کا حق حاصل ہوگا۔

عدالت عظمیٰ پاکستان کا ۸۔ستمبر ۲۰۱۵ء کا تاریخی فیصلہ جہاں اہل وطن کے لیے نوید لایا ہے وہاں یہ ہم پر کئی ذمہ داریاں بھی عائد کرتا ہے۔ سب سے پہلے تو ہمیں ایک ذمہ دار قوم کی حیثیت سے نفاذ قومی زبان کے تقاضے پورا کرنا ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ہمیں اڑسٹھ سال بوجوہ اس عمل سے دور رکھا گیا مگر اب ہمیں کسی شک وشبہ سے بالاتر ہو کر اپنے اپنے شعبے میں اس کو کامیاب بنانا ہے اور اسے ناکام بنانے والے ہر ہاتھ کو روکنا ہے۔ یہی نہیں بلکہ متذبذب ذہنوں کو حوصلہ دلانا اور باہمی مشاورت کے ساتھ ہر مسئلے کا حل تلاش کر کے اس فیصلے پر عمل درآمد کو یقینی بنانا ہے۔

اس مرحلے پر اہل علم و دانش اور قوم کے محققین کی ذمہ داریاں دو چند ہیں۔ محمد اسلم نشتر (۲۰۱۶: ۵۔۶) نفاذ قومی زبان کے مختلف پہلو ہیں اور ہر شعبۂ کار کے تقاضے اپنی اپنی جگہ یکساں اہمیت کے حامل ہیں۔ بنیادی طور پر ہر ماہر محقق اپنے شعبۂ کار؛ شعبۂ علمی اور زندگی کے تجربے کی روشنی میں کچھ نہ

کچھ حصہ ڈال سکتا ہے۔ہم یہاں صرف اپنے محققین کو ان کی درج ذیل چند ایک فوری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانے پر اکتفا کریں گے۔

۱۔ ہر پاکستانی سائنس دان اور سماجی علوم وفنون کا ماہر اپنی تحقیق کو اپنی زبان میں لکھنا لازم کر لے۔ یہ ہماری کامیابی ہوگی کہ ہماری تحقیق اور ایجادات دوسری اقوام کو ہماری زبان میں پڑھنے کی اشد ضرورت پیش آئے۔ یہ ہمارا قومی اور بین الاقوامی حق ہے مگر ایسا اسی وقت ممکن ہے جب ہماری تحقیق طبع زاد اور اس کا معیار بین الاقوامی ہوگا اور ہماری ایجادات انسانیت کے لیے کارآمد ہوں گی۔ ہماری تحقیق میں وضع کردہ اصطلاحات اور ہماری ایجادات کے رکھے گئے ہمارے نام جب غیر اقوام اختیار کرنے پر مجبور ہوں گی تو دراصل ہماری زبان دنیا بھر میں رائج ہوگی۔ یوں ہم دوسروں کے ہم سر باعزت کھڑے ہوں گے۔

۲۔ ہمارے ذی وقار محققین اپنے اپنے علمی شعبہ میں نفاذ قومی زبان کی علمی ضروریات کو خود آگے بڑھ کر فوری پورا کرنا اپنا فرض جانیں، جن کی کہ مملکت خداداد کو فوری ضرورت ہے۔ محققین کے تعاون کے بغیر کوئی حکومت کما حقہ، کامیاب نہیں ہوسکتی۔

۳۔ ہمارے معزز محققین اپنے اپنے علمی شعبہ کے ان الفاظ اور اصطلاحات کی فوری نشان دہی کریں جن کی اصطلاحات قومی زبان 'اردو' میں ان کے نزدیک تا حال دستیاب نہیں ہیں۔ اگر وہ تیار کر کے دے سکتے ہیں تو سبحان اللہ۔ دوسری صورت میں ان الفاظ کو اکٹھا کیا جائے اور اعلیٰ ماہریں کی مدد سے ان کی اصطلاحات تیار کر لی جائیں۔ یوں چند ماہ کے اندر ایک نیا ذخیرہ اصطلاحات دستیاب ہو جائے گا۔ یہ کام وزارتوں/ ڈویژنوں/محکمہ جات/ ادارہ جات وغیرہ کا بھی ہے کہ روز مرہ کے کارسرکار میں انھوں نے ان الفاظ کو استعمال میں لانا ہے۔ ویسے بھی زندہ زبان میں نئے الفاظ شامل ہوتے رہتے اور نئی اصطلاحات وضع ہوتی رہتی ہیں۔

۴۔ ہمارے محققین جس جس شعبہ میں بھی تحقیق کر رہے ہیں، آئندہ سے اپنے تحقیقی مقالات کے موضوعات کی سمت بندی نفاذ قومی

زبان کی مقتضیات کی طرف کر لیں تا کہ مملکت کی جملہ لسانی ضروریات پوری اور کمیاں اور کمزوریاں دور ہو سکیں۔

اس سلسلے میں کئی ایک نکات مزید بھی ہیں مگر اپنے نظام کو مضبوط کرنے کے لیے فی الحال درج بالا پہلوؤں پر ہی ہمارے محققین توجہ دے سکیں تو عدالت عظمیٰ پاکستان کے فیصلے کی تعمیل اور آئین پاکستان کی بجا آوری کے تقاضے فوری پورے کرنے میں خاطر خواہ مدد مل سکتی ہے۔ (۱۲)

قومی زبان کے نفاذ میں تاخیر کے نقصانات

محمد اسلم نشتر (۲۰۰۵ء:۲۵۵) شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے پون صدی قبل کہا تھا کہ میری لسانی عصبیت دینی عصبیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ ان الفاظ میں علامہ اقبالؒ زبان کو انسان کے اعصابی نظام کا قومی فعل قرار دیتے ہوئے ایک ماہر حیاتیات نظر آتے ہیں۔ جدید تحقیقات کے ذریعے ماہرین نے زبان کو مرکزی اعصابی نظام میں نہایت اہم مقام دیا ہے۔ بی بی سی کے ماہر لسانیات کرسٹوفر موسلے کہتا ہے: ''ہر زبان اپنے تاثر میں الگ ہوتی ہے۔ یہ لوگوں کے خیالات اور تجربات، استعاروں اور اعلیٰ علم کا ذخیرہ ہوتی ہے، جس کے بننے اور ترقی پانے میں کئی نسلیں گزر جاتی ہیں۔'' ۱۹۳۰ء میں ایڈورڈ ساچر اور بنجمن لی ورف نے کہا کہ زبان لوگوں میں خاص ذہنی عادتیں پائی جاتی ہیں یا یوں کہہ لیں کہ انسان کی حساس عادات اور خیالات کا ایک اپنا نظام ہے۔ پینگل ایک اور جگہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہر زبان کی سوچ کے اپنے انداز ہوتے ہیں جو دوسری زبان سے مختلف ہوتے ہیں۔

کرسٹین فورڈ یونیورسٹی کے ماہر لسانیات ایل سی فورزا نے انسان میں جینی اختلافات کے واسطے سے لسانی اختلاف اور لسانی اختلاف کے واسطے سے انسانی جینی اختلاف کو سمجھنے کی کوشش کی۔ چنانچہ فورزا جینی حوالے سے بڑی زبانوں میں جغرافیائی اختلاف کی بات کرتا ہے۔

ان سائنسی اور لسانیاتی تحقیقات کی روشنی میں کسی ملک، قوم اور خطے میں وہاں کی قومی زبان کو نافذ نہ کرنے یا رواج نہ دینے کا سیدھا مطلب ہے کہ ان کی زبان کو ختم کرنا۔ جب ایسا ہوتا ہے تو کوئی غیر زبان اس کے خلا کو پُر کرنے کے لیے آگے بڑھتی ہے جو دراصل اس کے باشندوں کی جینیات کے موافق نہیں ہوتی۔ وڈ فیلڈ کہتا ہے کہ جب کوئی زبان ختم ہوتی ہے تو ہم سے وہ کچھ چھن جاتا ہے جس کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے:

> ''مائیکل کراس کہتا ہے: زبانوں کو محفوظ کرنا ضروری ہے کیوں کہ ان میں لوگوں کی تہذیب وثقافت پنہاں ہوتی ہے۔ زبانوں کی رنگا رنگی ختم ہونے سے دنیا بدصورت اور غیر دل چسپ ہو جاتی ہے۔'' مائیکل کراس دراصل ہمیں بتانا چاہ رہا ہے کہ تہذیب وثقافت کسی قوم کا جسم ہے اور زبان اس میں گردش کرنے والا خون۔ آکسفورڈ

یونیورسٹی کے شعبہ حیوانات کے ماہرین کا خیال ہے کہ جب کوئی زبان چھن جاتی ہے تو اس وقت ہم سے کرۂ ارضی کو دیکھنے کا ایک ذریعہ چھن جاتا ہے۔ مائیکل کراس واضح کرتا ہے کہ کسی بھی زبان کو ختم ہونے کے بارے میں بتانا قطعی مشکل نہیں۔ ماں باپ جس زبان میں بچوں کی تعلیم ختم کروا دیتے ہیں اور بچے اس زبان کو سیکھنا بند کر دیتے ہیں تو وہ بالآخر ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ذریعہ تعلیم نہ رہنے والی زبانیں ایک یا دو صدیوں کے بعد نابود ہو جاتی ہیں۔''(۱۳)

ان تحقیقات کی روشنی میں پاکستان کی لسانی صورتِ حال پر نظر دوڑائی جائے تو اپنی قومی زبان کی حالیہ کسی قدر پیش رفت میں انفرادی کردار نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ دوسری طرف انفرادی مساعی کسی چیز کی بقاء کی ضمانت نہیں ہوا کرتیں۔ ہمیں من حیث القوم سوچنے کی ضرورت ہے کہ اردو کو ذریعہ تعلیم بنانے کے لیے ہم نے آج تک کیا رویہ اپنا رکھا ہے؟ کیا ہم ترویج لسانیات کے بین الاقوامی اصول ضوابط پر پورا اتر رہے ہیں؟ کیا ہم نے قومی زبان کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کا فرض ادا کیا ہے؟ کیا ہم نے جدید ذرائع ابلاغ و مواصلات کے ذریعے پرزور طریقے سے دوسری اقوام تک وسعت دے کر قومی زبان کو بین الاقوامی قبولیت کے لیے تیار کیا ہے؟ کیا سرکاری سطح پر قومی زبان کو وہ مقام دے کر اپنا فرض ادا کر چکے ہیں جس کی کہ یہ حسب مرتبہ مستحق ہے؟ اگر ہم ان سب بنیادی فرائض سے عہد برآ ہو چکے ہیں تو اس کی مزید ترویج کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ اگر نہیں کیا تو کیا ان تمام نقصانات کو برداشت کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہیں جو بعد ازاں کفِ افسوس ملنے پر مجبور کرتے اور آزادی کو غلامی کے طوق میں بدل دیتے ہیں؟

قومی زبان کے نفاذ میں تاخیر کے درج ذیل نقصانات ہیں:

۱۔ قومی نظام اقدار و افکار کی تباہی
۲۔ بیرونی ثقافتی یلغار اور زبان کے غلبہ کا خطرہ
۳۔ ذہنی انحطاط اور احساس کمتری کا سامنا
۴۔ افرادِ قوم کی توانائی اور خداداد صلاحیتوں کا زیاں
۵۔ مالی اور قدرتی وسائل کا زیاں
۶۔ حکمرانوں اور عوام میں عدم رابطہ کی خلیج
۷۔ ملی انتشار
۸۔ سیاسی قوت کی تباہی وغیرہ شامل ہے

مختصراً یہ کہ اپنی زبان چھوڑ کر بدیسی زبان اپنانے سے لسانی تنوع ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے لازمی

ہے کہ قومی زبان نافذ ہو اور ملک یا خطے میں موجود زبانوں کے مابین ایک حسین امتزاج بھی برقرار رہے۔

نفاذ اردو کے لیے پنجاب اسمبلی کی کاوشوں کا طائرانہ جائزہ

جناب ڈاکٹر محمد ارشد اویسی صاحب بیان کرتے ہیں:

یہ بحث پنجاب اسمبلی میں شروع ہی سے کسی نہ کسی طور آج تک جاری ہے کہ اردو ہی ذریعہ اظہار ہو۔ پنجاب اسمبلی کے مختلف ادوار میں معزز ارکان اسمبلی نے اردو کے نفاذ اور فروغ کے سلسلہ میں مختلف انداز میں آواز بلند کی اور حکومت کو اس اہم قومی فریضہ کی بجا آوری کی طرف متوجہ کیا۔ یکم نومبر ۱۸۹۷ء میں اپنا ارتقائی سفر شروع کرنے والا یہ قانون ساز ادارہ ایک سو پندرہ سال کے قلیل عرصہ میں علم وادب کے کئی پہلو اپنے اندر محفوظ کیے ہوئے ہے۔

نفاذ اردو کے لیے پنجاب اسمبلی میں ارکان اسمبلی نے کئی مسودات قانون پیش کیے۔ قانون سازی کے دوران معزز ارکان نے ترامیم کے نوٹس دیے؛ بجٹ اردو میں پیش نہ کرنے پر احتجاج کیا؛ سوالات اٹھائے؛ قرار دادیں پیش کیں؛ نقطۂ اعتراض (پوائنٹ آف آرڈر) پر قومی زبان کی اہمیت و ضرورت کی وضاحت کی؛ اردو سے بے اعتنائی پر احتجاجاً واک آؤٹ کیا؛ اردو میں ایجنڈا مہیا کرنے کا مطالبہ کیا؛ کورم پورا نہ ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ ۸۰ فی صد ارکان انگریزی نہیں سمجھتے؛ تحاریک التوا پیش کی گئی؛ اسمبلی میں اردو ذریعہ اظہار پر اسپیکر کی رولنگ اور اردو کے نفاذ کے سلسلے میں معزز ارکان اسمبلی کی طرف سے استحقاق کی تحریکیں بھی زیر بحث آئیں۔ قومی زبان اردو کے نفاذ اور فروغ کے سلسلے میں پنجاب اسمبلی کا یہ کردار اردو زبان کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے جس پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے۔

وقت کبھی تھمتا ہے نہ اس کی رفتار سست ہوتی ہے۔ وہ دنوں، مہینوں، برسوں اور صدیوں کی منزلیں طے کرتا رہتا ہے۔ افراد، اداروں اور قوموں کی زندگی میں بعض ایسے لمحات آتے ہیں جو یادوں کے نقوش کی صورت اختیار کر جاتے ہیں۔ انہی میں سے بعض نقوش کو ترتیب و تجزیہ کے سانچے میں ڈھالا جاتا ہے تو وہ تاریخ کا حصہ بن جاتے ہیں۔ پنجاب اسمبلی ایک ایسا ادارہ ہے جو ایک تاریخی عمل کے نتیجے میں معرض وجود میں آیا اور تاریخ ساز بنا گیا۔ اردو زبان کے نفاذ اور فروغ کے حوالے سے کئی گراں قدر پہلو اور اَن مِٹ نقوش اپنے اندر محفوظ کیے ہوئے ہے۔

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی صاحب (۲۰۱۵ء) کے مقالہ ''پنجاب اسمبلی اور مسودات قانون برائے نفاذ قومی زبان'' سے ملخص کیے گئے اہم بیانات:

> ا۔ قیام پاکستان کے بعد صوبہ مغربی پنجاب کا پہلا بجٹ انگریزی زبان میں میاں ممتاز خاں دولتانہ وزیر خزانہ نے ۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو ایوان میں جس پر عام بحث اکثر و بیشتر اردو میں ہوئی۔ بجٹ پر بحث کے دوران بیگم سلمٰی تصدق حسین نے اردو کو جلد ذریعہ تعلیم

اختیار کرنے پر زور دیا۔
۲۔ سرکاری دفاتر اور تعلیمی اداروں میں قومی زبان رائج کرنے کے پیشِ نظر پہلا مسودہ قانون برائے نفاذِ اُردو بعنوان ''مسودہ قانون قومی زبان جنرل پاکستان مصدر۔۱۹۶۳ء'' علامہ رحمت اللہ ارشد رکن صوبائی اسمبلی نے ایوان میں پیش کیا۔
۳۔ اردو کو بطور قومی زبان اختیار کرنے کے سلسلہ میں دوسرا ''مسودہ قانون قومی زبان مغربی پاکستان مصدرہ، ۱۹۶۵ء'' خواجہ محمد صفدر نے یکم جولائی ۱۹۶۵ء کو ایوان میں پیش کیا۔
۴۔ اردو کو بطور قومی زبان اختیار کرنے کے سلسلہ میں تیسرا ''مسودہ قانون قومی زبان مغربی پاکستان مصدرہ'' ملک محمد اختر نے ۲ جولائی ۱۹۶۸ء کو ایوان میں پیش کیا۔
۵۔ ۱۶ جنوری ۱۹۶۹ء کو موصوف ملک نے چوتھی بار مسودہ پیش کیا۔
۶۔ اردو کے نفاذ کے لیے پانچویں دفعہ سید تابش الوری نے ''مسودہ قانون قومی زبان پنجاب مصدرہ، ۷ جولائی ۱۹۷۲ء کو ایوان میں پیش کیا۔
۷۔ ۱۹۹۱ء میں ارشاد حسین سیٹھی اور فرید احمد پراچہ، میاں محمود الرشید نے ''مسودہ قانون نفاذ اردو پنجاب مصدر، ۱۹۹۱ء'' پیش کیا۔
۸۔ میاں محمود الرشید نے اسی سال دوبارہ نفاذ اردو بل پیش کیا۔
۹۔ اسی سلسلے کی ایک اور کڑی میاں محمود الرشید، سید تابش الوری نے دوبارہ پیش کیا نفاذ اردو بل، ۱۹۹۳ء
۱۰۔ ۱۹۹۷ء میں مولانا منظور احمد جتوئی کی طرف سے یہ مسودہ پیش کیا گیا۔ ص (۳۶۔۳۹)

درج بالا بیانات کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ اردو زبان کے فروغ نفاذ میں پنجاب اسمبلی کا خصوصی کردار رہا ہے۔ پنجاب اسمبلی ایک ایسا ادارہ ہے جو ایک تاریخی عمل کے نتیجے میں معرضِ وجود میں آیا اور تاریخ ساز بن گیا۔ اردو زبان کے نفاذ کے سلسلے میں اس کی گراں قدر خدمات کا تذکرہ ضروری ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محمود الرحمن، ڈاکٹر، اردو زبان کی تاریخی اہمیت، مشمولہ: علم کی روشنی، شش ماہی جریدہ، جلد ۱۰، شمارہ ۱۱، شعبۂ تحقیق و جائزہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص: ۵۶

۲۔ عارف افتخار، مقتدرہ قومی زبان ۔۔۔ ماضی، حال اور مستقبل، مشمولہ: اخبارِ اردو، ماہنامہ، جلد ۲۶، شمارہ ۷، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جولائی ۲۰۰۹ء، ص:۲

۳۔ ایضاً، ص:۳

۴۔ فاطمہ کنیز، اردو زبان اور قائداعظم، مشمولہ: نورِتحقیق، شمارہ ۲، لاہور: لاہور گیریژن یونیورسٹی، اپریل تا جون ۲۰۰۷ء، ص:۱۴۲

۵۔ ایضاً، ص:۱۴۱

۶۔ اختر، مہر سعید، قائداعظم کے تعلیمی تصورات، مشمولہ: تعلیمی زاویے، سہ ماہی مجلّہ، شمارہ ۲، جلد ۲۷، اسلام آباد: پاکستان ایجوکیشن فاؤنڈیشن، اپریل ۲۰۱۶ء، ص:

۷۔ محمود الرحمٰن، ڈاکٹر، اردو زبان کی تاریخی اہمیت، مشمولہ: علم کی روشنی، شش ماہی جریدہ، جلد ۱۰، شمارہ ۱۱، ص:۵۴

۸۔ ایضاً، ص:۵۵

۹۔ ایضاً، ص:۵۵

۱۰۔ ایضاً، ص:۵۵

۱۱۔ جعفری، رئیس احمد، کوئٹہ میں شہری سپاس نامہ، مرتبہ: خطباتِ قائداعظم، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۱۵ جون ۱۹۴۸ء، ص:۵۹

۱۲۔ شفیع، نادیہ، اردو بطور قومی زبان اور تدریس، مشمولہ: تعلیمی زاویے، جلد ۳، شمارہ ۲، لاہور: دفتر تعلیمی زاویے، اکتوبر ۱۹۹۲ء، ص:۹۲

۱۳۔ نشتر، محمد اسلام، قومی زبان کا نفاذ اور محققین کی ذمہ داریاں، مشمولہ: علم و فن، شش ماہی جریدہ، جلد ۲، اسلام آباد: ادارۂ فروغِ قومی زبان، ۲۰۱۶ء، ص:۶۔۵

۱۴۔ نشتر، محمد اسلام، قومی زندگی میں قومی زبان کا مقام، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۸ء، ص:۲۵۵

۱۵۔ محمد ارشد اویسی، ڈاکٹر، پنجاب اسمبلی اور مسودات برائے نفاذِ قومی زبان، مشمولہ: علم و فن، شش ماہی، جلد ۲، شمارہ ۶، ۲۰۱۵ء، ص:۳۹۔۳۶

☆......☆......☆